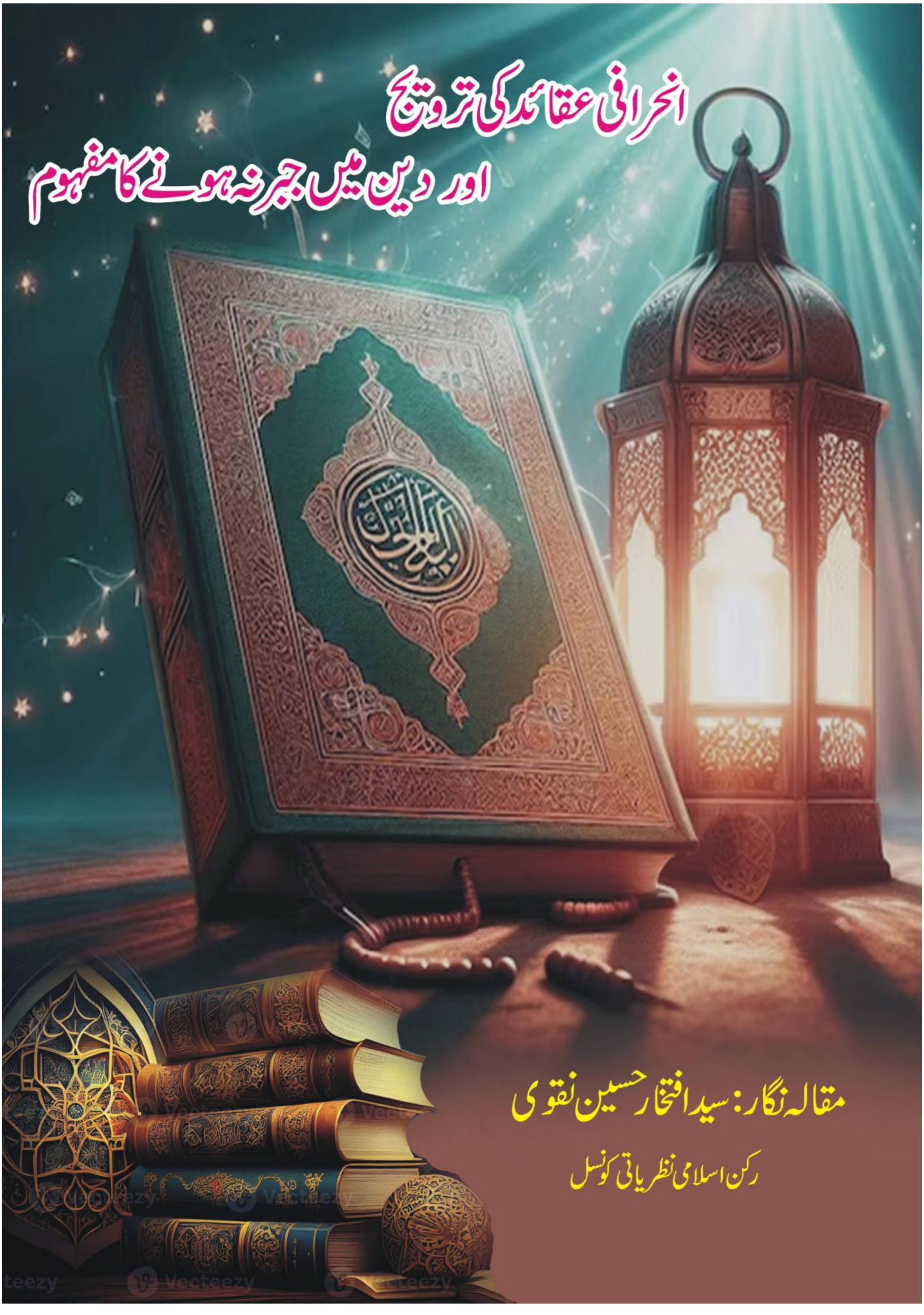
انحرافی عقائد کی ترویج
اور دین میں جبر نہ ہونے کا مفہوم
مقالہ نگار: سید افتخار حسین نقوی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

انحرافی عقائد کی ترویج اور دین میں جبر نہ ہونے کا مفہوم

از: سید افتخار حسین نقوی النجفی

ممبر اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان

پیش لفظ

ایجنڈا شمارہ ۳ اور ۴ میں شعبہ ریسرچ نے بہت زیادہ عرق ریزی کرتے ہوئے قادیانیوں کے بارے جو بحث سپریم کورٹ میں ہوئی اور اس حوالے سے جو کاروائی عمل میں لائی اسے پوری تفصیل سے بیان کیا ہے اور آئینی اور قانونی حوالوں سے پوری بحث کا جائزہ لیا ہے اور اسلامی موقف بیان کیا ہے۔ اسی بحث کو سامنے رکھ کر اسی حوالے سے تحریر معزز اراکین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے تاکہ شیعہ موقف تفصیل کے ساتھ بیان ہو جائے۔

ایمان قلبی معاملہ ہے جس میں جبر ثمر آور نہیں۔ دینی نصوص کے مطابق اسلام دین فطرت اور دین عقل و منطق ہے اور اس فطری دعوت کا خطاب فکر و ادراک اور عقل و فہم سے ہے۔ دعوت اسلام جسم کو نہیں بلکہ یہ عقل و ادراک کو جھنجوڑتی ہے۔ اسلام طاقت کی زبان سے نہیں بلکہ منطق اور فکر و تعقل کی زبان سے بات کرتا ہے۔ اس کا مدعیٰ ایمان ہے اور ایمان امر قلبی ہے۔ دل جبر و اکراہ کے آگے نہیں جھکتا، دل طاقت کی زبان نہیں سمجھتا۔ جبر کے آگے گردنیں کٹ جاتی ہیں، مگر دل خم نہیں ہوتا۔ طاقت اور جبر سے افعال و حرکات کو قابو میں لایا جاسکتا ہے، لیکن اعتقادات و نظریات کو نہیں۔ لہٰذا انسان دین کو قبول کرنے اور اپنے طرز زندگی کے انتخاب میں آزاد اور خود مختار ہے۔ لیکن معاشرے میں زندگی گزارنے اور دوسرے لوگوں پر اثر انداز ہونے کے حوالے سے اسلام میں قوانین موجود ہیں۔ اس لیے یہ بات درست ہے کہ اپنا ''عقیدہ'' دوسروں پر مسلط نہیں کیا جاسکتا لیکن عقیدہ کا دائرہ کار انسان کے عمل اور اس سے متعلق احکام سے مختلف ہے۔ انسان کے عمل اور معاشرے میں اس کے کردار سے متعلق دنیا کے تمام فکری نظاموں میں ایک سماجی نظام وضع ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے ہر نظام اپنے معاشرہ کے افراد کے اعمال کو کنٹرول کرتا ہے۔ اسی وجہ سے تمام نظاموں میں عدالتی نظام اور پولیس فورس قابل قبول اور معقول ہیں۔ اس لیے عقیدہ کے دائرہ کار عمل کے دائرہ کار سے الگ ہے۔

ہر سیاسی اور سماجی نظام میں اس معاشرے کی ثقافت اور عقائد کے مطابق افراد کے اعمال کو کنٹرول کرنے کے لیے اصول و ضوابط موجود ہیں جس کی پابندی ہر ایک پر ضروری ہے۔ البتہ بعض معاشروں میں صرف انسان کی جسمانی صحت اور سکون پر توجہ دی جاتی ہے اور جو بھی چیز اس میں خلل ڈالنے کا باعث بنے اسے قانون کے خلاف سمجھا جاتا ہے لیکن اسلامی

معاشرے میں جسمانی آسودگی کے ساتھ ساتھ روحانی اقدار کے تحفظ پر بھی توجہ دی جاتی ہے اور جو چیزیں انسان کی روحی اقدار پر برا اثر ڈالنے کا سبب ہوں انہیں بھی خلاف شریعت سمجھا جاتا ہے۔ اس تحریر میں سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۶ ''لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ۫ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ''[1] کے متعلق بعض شیعہ مفسرین کی آراء کو پیش کرنے کے بعد اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ ''دین میں جبر نہ ہونے'' کے قاعدے کا معاشرے کے دیگر مسلمہ اصول و ضوابط سے تعلق نہیں ہے۔

دین میں جبر نہ ہونے کا مفہوم

نظریاتی آزادی اسلام کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہے اس لیے دین کو عقل و منطق کی بنیاد پر استوار ہونا چاہیے لہٰذا اسلام دین کو قبول یا رد کرنے میں جبر کا قائل نہیں ''لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ''[2] اس بنا پر ''لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ'' کا جملہ یا تو خبریہ جملہ ہے جس میں انسان کی تکوینی حالت بیان ہوئی ہے یا یہ تشریعی حکم ہے جس میں دین کو قبول کرنے میں جبر سے منع کیا گیا ہے اور یہ نہی انسان کی تکوینی حالت کے مطابق ہے۔[3] اس بنا پر اسلام کا جہاد عقیدے کی آزادی سلب کرنے کے لیے نہیں ہے (جیسا کہ اسلام دشمن عناصر نے مشہور کر رکھا ہے)، بلکہ اس کا جہاد سلب شدہ آزادی کے حصول کے لیے ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام نے اپنے عقیدے کو مسلط کرنے کے لیے طاقت استعمال نہیں کی، بلکہ عقیدے کے سامنے آنے والی طاقت کے خلاف طاقت استعمال کی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام نے ہر قسم کے مذاہب و ادیان کو برداشت کیا ہے اور انہیں مکمل آزادی دی ہے۔ عالمی ادیان و مذاہب میں صرف اسلام ہے جو احترام آدمیت کی بنیاد پر عقیدے و مذہب کی آزادی جیسے انسانی حقوق کا حامی ہے۔ ادیان عالم کی فضا میں پہلی بار اسلام کی طرف سے ''لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ'' کی آواز گونجی ہے۔ اسلام نے عقیدے کی بنیاد پر جبر و تشدد کو ناجائز قرار دیا ہے۔[4]

اسلام ''عقیدہ کی آزادی'' کو واضح طور پر تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ علامہ طباطبائیؒ ''لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ آیت دین میں جبر کی نفی کرتی ہے۔ کیونکہ دین ایسی قلبی تعلیمات کا مجموعہ ہے جن کا اثر انسان کے عمل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان قلبی تعلیمات کے مجموعہ کو ایمان یا عقیدہ کہا جاتا ہے اور ایمان میں جبر و اکراہ ممکن نہیں۔

1۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۶۔ ترجمہ: ترجمہ: دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں، بتحقیق ہدایت اور ضلالت میں فرق نمایاں ہو چکا ہے، پس جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے، بتحقیق اس نے نہ ٹوٹنے والا مضبوط سہارا تھام لیا اور اللہ سب کچھ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

2۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۶۔ ''دین میں جبر نہیں''۔

3۔ المیزان، سید محمد حسین طباطبائی ج 2، ص 347، ط بیروت؛ مجمع البیان، فضل بن حسن طبرسی، ج 2-1، ص 631۔

4۔ الکوثر فی تفسیر، محسن علی نجفی، ج ۱، ص ۶۰۳۔

کیونکہ صرف ظاہری اعمال میں جبر و اکراہ ممکن ہے جو کہ مادی اور جسمانی حرکات پر مشتمل ہوتا ہے، لیکن قلبی عقیدے کے دوسرے علل و اسباب ہوتے ہیں جو عقیدہ اور ادراک ہی کے جنس سے ہوتے ہیں اور ان میں جبر و اکراہ ناممکن ہے، مثال کے طور پر محال ہے کہ جہالت، علم کا باعث بنے، یا غیر علمی مقدمات سے علمی نتیجہ اخذ کیا جاسکے۔[5]

آیت کا شان نزول

مشہور مفسر طبرسی نے مجمع البیان میں اس آیت کے شان نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ مدینہ میں حصین نامی ایک شخص تھا۔اس کے دو بیٹے تھے۔مدینہ میں مال تجارت لانے والے دو تاجروں نے ان لڑکوں سے ملاقات کی تو انہیں عیسائیت کی دعوت دی اور وہ بھی اس سے بہت متاثر ہوئے اور عیسائی ہو گئے۔ حصین اس واقعے سے بہت پریشان ہوا اور پیغمبر اسلام ﷺ کو اس کی اطلاع دی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں انہیں اپنے مذہب میں واپس لانا چاہتا ہوں۔اس نے سوال کیا کہ وہ جبری طور پر انہیں اپنے مذہب میں واپس لاسکتا ہے تو اس پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی جس میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ کسی مذہب کو اختیار کرنے میں جبر و اکراہ نہیں ہے۔[6]

مسلم معاشرے میں غیر مسلموں کا اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حکم

ہر معاشرے کے مخصوص آراء اور عقائد ہوتے ہیں، جن کے مطابق اس معاشرے میں خاص رجحانات کو پسند کیا جاتا ہے اور بعض طرز عمل قابل قبول تصور کیے جاتے ہیں۔ان آراء، عقائد اور رجحانات کے مطابق کچھ اصول وضع کئے جاتے ہیں جن کی پابندی ہر فرد پر ضروری ہے ان اصولوں کو ''سماجی اصول'' کہا جاتا ہے، ان اصولوں کی خلاف ورزی کو ''سماجی انحراف'' کہا جاتا ہے۔دین جو خدا کی طرف سے نازل شدہ ایک جامع نظام ہے، اس میں بھی انسان کی سماجی زندگی کے اصول اور معیارات بیان ہوئے ہیں۔ سماجی اصولوں میں سے ایک مسلم معاشرے میں غیر مسلموں کا اپنے عقیدہ کی تبلیغ و ترویج کا مسئلہ ہے۔اس حوالے سے بیان ہوا کہ ''لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ'' کا قاعدہ انہیں عقیدے کی آزادی دیتا ہے اور مسلم معاشرے میں غیر مسلموں کو عقیدہ کی آزادی حاصل ہے لیکن انہیں کھلے مقامات پر اپنے عقیدہ کی تبلیغ کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ فقہی کتابوں میں یہ موضوع اہل ذمہ کے باب میں بیان ہوا ہے اس لیے اہل ذمہ کی شرائط بیان کی جاتی ہیں۔

5۔المیزان فی تفسیر القرآن، سید محمد حسین طباطبایی، ج 2، ص 342۔

6۔ تفسیر نمونہ، آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، ج ۲، ص ۲۷۹۔

اہل ذمہ کی شرائط

اسلامی تعلیمات کی بنیاد توحید کی دعوت اور معاشرے سے بت پرستی اور شرک کا خاتمہ ہے۔اسلام کی کسی قوم اور قبیلے سے کوئی ذاتی دشمنی، خصوصاً الٰہی ادیان والوں جیسے یہودیت اور عیسائیت کے ساتھ مسالمت آمیز زندگی گزارنے پر زور دیتا ہے۔ مگر یہ کہ وہ اسلامی تعلیمات کی مخالفت کریں اور اسلام کی ترقی میں رکاوٹ بنیں۔اس لیے جزیرۃالعرب میں اسلام کے پھیلنے کے بعد بھی اسلام نے انہیں قبول کیا اور "ذمہ" کی شرائط کو قبول کر کے اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی دی۔"ذمہ" کی شرائط یہ تھیں:

1- جزیہ دینا؛ جو دراصل ٹیکس کی ایک قسم ہے جو اہل کتاب اسلامی حکومت کو ادا کرتے ہیں۔

2- مسلمانوں کے خلاف کوئی ایسا کام نہ کریں جو اسلامی ریاست کی سلامتی کے خلاف ہو۔ جیسے مسلمانوں کے ساتھ جنگ یا جاسوسی اور مشرکوں کے ساتھ فوجی تعاون۔

3- مسلمانوں کو آزار واذیت دینے سے پرہیز کرنااور برے کاموں جیسے زنا اور چوری سے اجتناب کرنا۔

4- سرعام منکرات (برائیوں) کے ارتکاب سے اجتناب کرنا؛ جیسے شراب پینا، زنا کرنا، خنزیر کا گوشت کھانا اور محرم کے ساتھ شادی کرنا - جو اسلام میں حرام ہے اور نئی عبادت گاہیں نہ بنانا۔

5- مسلمانوں کے حکومتی اور عدالتی احکام ان پر لاگو ہوں۔

6- وہ اپنے بچوں اور دوسروں کو دین اسلام سے آگاہ ہونے سے نہ روکیں، بلکہ انہیں اپنا خود راستہ کا انتخاب کرنے دیں۔

7- اسلام کے دشمنوں کو پناہ نہ دیں۔[7]

ان شرائط کی روشنی میں اگر اہل ذمہ اسلامی سرزمین میں اپنی نئی عبادت گاہ بنائیں تو اسلامی حکمران اسے منہدم کردینے کا پابند ہے، لیکن پہلے سے موجود عبادت گاہ کی مرمت اور بحالی جائز ہے۔[8] اگر کوئی ذمی مسلمانوں کے مذہبی مقدسات کی توہین کرتا ہے تو حاکم شرع اسے جس طرح مناسب سمجھے سزا دے سکتا ہے،[9] اور عہد شکنی اور کفر کے دائرے میں داخل ہونے کی صورت میں اسے سخت سزا دی جائے گی۔[10]

7۔المبسوط فی فقہ الإمامیۃ، طوسی، ج ۷، ص ۲۷۲؛ الکافی فی الفقہ، ابوالصلاح حلبی، ص ۲۵۰؛ تذکرۃالفقہاء، علامہ حلّی، ج ۹، ص ۳۱۷۔

8۔ جواہر الکلام ج۲۱، ص ۲۸۳۔

9۔ مہذب الاحکام ۱۵، ص ۱۹۰۔

10۔ جواہر الکلام ج۲۱، ص ۶۳۲۔

آیت لا اکراہ اور خلاف اسلام تبلیغ

مسلمان معاشرے میں کھلے عام اسلامی عقائد کے خلاف موقف اختیار کرنا اور اس کی تبلیغ کرنا انفرادی مسئلہ نہیں ہے۔ یعنی کوئی غیر مسلم "لَآ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ" کا حوالہ دے کر مسلمان معاشرے کے مذہبی عقائد، سماجی اور انفرادی طرز عمل اور اخلاقی اقدار کے خلاف اقدام کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

اس ممانعت کی وجہ واضح ہے، کیونکہ اس سے مسلمانوں کی انفرادی اور معاشرتی زندگی میں منفی اثرات مرتب ہوں گے اور معاشرتی ستون کمزور پڑ جائیں گے۔ لہٰذا مسلم معاشرے میں غیر مسلموں کا کھلے عام اپنے عقائد کی تبلیغ اور ترویج کرنا قابل قبول نہیں کیونکہ اس سے عام لوگوں کا ایمان متزلزل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے عقیدہ کی تبلیغ نہ کریں اور معاشرے کی فکری اور ثقافتی سلامتی کو نقصان نہ پہنچائیں تو وہ اپنی حدود اور چار دیواری کے اندر اپنے عقیدہ والوں کے ساتھ اپنے عقائد کے اظہار اور تبلیغ میں آزاد ہیں۔

اسلامی جمہوریہ ایران کے قوانین میں منحرف فرقوں کی تبلیغ و ترویج سے منع کیا گیا ہے، اسلامی تعزیرات کے آرٹیکل (130) کے مطابق: "اسلام سے متصادم منحرف فرقوں کی تعلیمی یا تبلیغی سرگرمیاں جو جھوٹے مذہبی فرقہ کے دعوے کی صورت میں ہو جیسے الوہیت، نبوت، یا امامت کا دعویٰ کرنا، یا انبیاء یا آئمہ سے رابطہ کرنے کا دعویٰ جس سے لوگوں پر اثر انداز ہونے کی غرض سے انجام دیا جائے ممنوع ہے اور ایسے شخص کو جرمانہ یا قید کی صورت میں سزا دی جائے گی"۔[11]

فقہی کتابوں میں مسلمان معاشرے میں رہنے والی اقلیتوں کے احکام اہل الذمہ کے باب میں مذکور ہیں؛ ان احکام میں سے ایک ان اقلیتوں کا اپنے مذہب کی ترویج سے اجتناب کرنا ہے۔ اہل الذمہ کے باب میں ذمیوں کے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ غیر مسلموں کو اسلامی ملک میں اپنے دین کی ترویج کی اجازت نہیں ہے، اور انہیں مسلمانوں کے درمیان اپنی تبلیغی کتابیں اور پمفلٹ شائع نہیں کرنے چاہئیں۔ مسلمانوں کے عقائد کو تبدیل کرنے کی کوشش ممنوع ہے۔ اس لیے مذہبی اقلیتوں کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں اور ان کے بچوں کو کسی بھی طرح اپنے مذہب کی طرف دعوت نہ دیں اور اگر وہ ایسا کریں تو انھیں سزا ملنی چاہیے۔ نیز، اسلامی حکومت ہر ممکن طریقے سے غیر اسلامی مذاہب کی اشاعت اور ترقی کو روکنے کی پابند ہے۔[12]

---

[11]- مادہ (۱۳۰) قانون مجازات اسلامی۔

[12]- حسینی، محمد؛ تبلیغ دینی و محدودیت ہای حقوق موضوعہ: استدلال ہنجاری علیہ حق تبلیغ دینی بہائیان؛ فصلنامہ بہائی شناسی، شمارہ ۱۹، سال ششم، پاییز ۱۴۰۰۔

مذہبی اقلیتوں کی تبلیغ میں اسلامی عقائد اور رسومات کے خلاف کوئی بھی اقدام شامل ہے۔اس میں مسلمانوں کے خلاف کوششیں اور ان کے مذہبی عقائد کو کمزور کرنا اوراس حوالے سے کتابیں اور رسالے شائع کرنا اور اسی طرح کے دیگر امور شامل ہو سکتے ہیں۔ یا بالواسطہ سرگرمیاں جن کا مقصد اپنے مذہب کو فروغ دینا اور اجاگر کرنا ہے۔[13] اسلامی جمہوریہ ایران کے قانون کے مطابق مذہبی اقلیتیں اپنے شہری حقوق جیسے عدالتی احکام، مذہبی تعلیم اور عائلی قوانین (شادی، طلاق، وراثت اور وصیت) میں اپنے مذہبی مقامات کے اندر، مذہبی تقریبات کی انجام دہی میں قانون کی حدود میں آزاد ہیں۔[14]

یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ مذہبی اقلیتوں کی مذہبی تقریبات اور مذہبی تبلیغ میں فرق ہے، ممنوعیت تبلیغی سرگرمیوں سے مربوط ہے۔ لہٰذا، مذہبی اقلیتوں پر لازم ہے کہ وہ اسلامی ریاست کے قوانین کی پابندی کریں اور مسلمانوں کی سلامتی کے خلاف اقدام نہ کریں، اسلامی تعلیمات کے منافی اقدامات کی نمائش کی ممانعت اور سرعام غیر اسلامی رسومات کی ترویج و اشاعت کی ممانعت جیسی چیزیں شامل ہیں۔

نتیجہ

۱۔ نظریاتی آزادی اسلام کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہے، لہٰذا اسلام دین کو قبول یا رد کرنے میں جبر کا قائل نہیں لیکن معاشرے میں رہنے والی مذہبی اقلیتوں کے دوسرے لوگوں پر اثر انداز ہونے کے حوالے سے اسلام میں قوانین موجود ہیں۔اس لیے یہ بات درست ہے کہ اپنا ''عقیدہ'' دوسروں پر مسلط نہیں کیا جا سکتا لیکن عقیدہ کا دائرہ کار انسان کے عمل اور اس سے متعلق احکام سے مختلف ہے۔مذہبی اقلیتیں اپنی حدود میں رہ کر اپنے مذہبی رسوم انجام دینے میں آزاد ہیں لیکن وہ عمومی مقامات پر سرعام ایسا کرنے کے مجاز نہیں۔

۲۔اس پوری بحث کی روشنی میں قادیانیوں کو پاکستان میں اپنے نظریہ کی ترویج و تبلیغ کی اجازت نہیں، وہ اپنے عقائد کی اشاعت نہیں کر سکتے اور نہ ہی دوسروں کو اپنے عقیدہ بارے قائل کرنے میں آزاد ہیں، خلوت اور گھر کی چاردیواری میں اپنے ہم عقیدہ کے ساتھ مل کر اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرنے میں آزاد ہیں لیکن چاردیواری میں انہیں اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ دوسرے نظریات رکھنے والوں کو خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم انہیں اپنے مذہب کی دعوت دیں اور ان کے لیے اپنے عقائد کی تبلیغ کریں اور نہ ہی انہیں اپنا لٹریچر دے سکتے ہیں۔ لہٰذا قادیانیوں کے ساتھ آئین کی روشنی میں وہی سلوک کیا جائے گا جو کافروں سے کیا جاتا ہے۔

13۔ حسینی، محمد؛ ہمان، ص۲۲۶؛ عنوان فرعی جایگاہ تبلیغ دینی (اقلیت ہا) در قانون اساسی ج.ا.ا۔

14۔ اصل ۱۳ قانون اساسی ج.ا.ا۔